

بر ٹرینڈ رسمل کی بنیادی تحریریں

تألیف و تعارف: ڈاکٹر نعیم احمد

ترجمہ: ریاض احمد



مشعل

رسل کی بنیادی تحریریں

تألیف: ڈاکٹر نعیم احمد

اردو ترجمہ: ریاض احمد

مشعل بکس

آر بی۔ ۵، سینئر فلور، عوامی کمپلکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن
لاہور۔ 54600، پاکستان

رسل کی بنیادی تحریریں

تألیف: ڈاکٹر فیض احمد

اردو ترجمہ: ریاض احمد

کالی رائٹ (c) اردو۔ 1999ء مشعل

ناشر: مشعل

آر بی ۵، سینئر فلور،

عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن،

لاہور 54600، پاکستان

فون و فیکس 042-35866859

E-mail: mashbks@brain.net.pk

مشعل بکس

آر بی۔ ۵، سینئر فلور، عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن

لاہور 54600، پاکستان

تعارف

برٹر پنڈر سل کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ علمی دنیا میں اس کی شہرت قابل رشک ہے۔ کہا گیا ہے کہ کسی اور فلسفی کو اتنی شہرت نصیب نہیں ہوئی اور نہ اتنے قارئین میسر آئے جتنے رسول کے حصے میں آئے۔ اور یہی نہیں کہ اس کا مطالعہ کرنے والے صرف عالم فاضل حضرات یا فلسفے کے طلبہ تھے۔ ان میں ہر طبقے کے لوگ شامل ہیں۔ مثلاً رابرٹ ایگز اور لیسٹر ڈن نے یہ قصہ بیان کیا ہے کہ ان کے ٹیکسی ڈرائیور نے ان کے ہاتھ میں رسول کی سوانح عمری دیکھتے ہی کہا:

”یہ رسول کی نئی سوانح عمری ہے؟“ (یہ اسی دن کی بات ہے جس دن کتاب شائع ہوئی تھی۔)

”ہاں! ابھی میں نے پڑھی نہیں، اب پڑھوں گا۔“

”میں بھی ضرور پڑھوں گا! کیسا عجیب ہنسرو ہے! ہے نا؟“

رسل نے تصنیف و تالیف کے علاوہ بھی نہایت بھرپور زندگی گزاری۔ اس کتاب کے آغاز میں دیئے ہوئے گوشواروں سے اندازہ ہو گا کہ اس کی مصروفیات کا کیا عالم تھا اور اس کے علاوہ اس نے کئی علوم پر اہم تقنیفات بطور یادگار چھوڑی ہیں۔ ان میں اوق فلسفیانہ اور علمی مضامین کے علاوہ ایسی کتابیں بھی شامل ہیں جو روزمرہ کے موضوعات سے تعلق رکھتی ہیں۔ فلسفہ، منطق، ریاضیات اور لسانیات کے سلسلے میں اس نے جو کتابیں لکھی ہیں، ان میں

تجرب علمی اور گہری سوچ کے ساتھ نہایت پچیدہ علمی مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے ہلکے چالکے موضوعات پر بھی عالمانہ لیکن عام فہم انداز میں گفتگو کی ہے۔ اپنی آراء کے متعلق کبھی اس نے ہٹ دھرمی سے کام نہیں لیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ بہت سے اہم مسائل پر اس کا موقف بدلتا رہتا ہے۔ یہ لچک بہت بڑی خوبی ہے۔ لیکن اسی بنا پر رسول کے فلسفہ یا دوسرے مضامین کے متعلق اس کے نقطہ نظر کا احاطہ کرنا بے حد مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کے خاص مضامین فلسفہ اور ریاضیاتی منطق تھے۔ اصول ریاضی میں جو پیش رفت اس کی طرف منسوب کی جاتی ہے اسے اس پر خود بھی ناز تھا۔ لیکن اس کی بے لوث غیر جانبداری اور وسیع ظرف دیکھئے کہ اس سلسلے میں ایک خاص نکتہ ہے وہ اپنی ایجاد تصور کرتا تھا، کے متعلق جب اسے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے ایک دوسرا ہم عصر فرتبے (Frege) اس کی نشاندہی کر چکا ہے، تو اس امر کے باوصف کہ اس کی زیادہ نشورو اشاعت ابھی نہیں ہوئی تھی، اس نے اس مسئلے پر اولیت اپنے کھاتے میں ڈالنے کی کبھی کوش نہیں کی۔

اس میں شبہ نہیں کہ رسول بیسویں صدی کا سب سے زیادہ بالغ نظر اور ذکی افہم مفکر تھا۔ اس کی ریاضیاتی منطق، فلسفہ، صحافیانہ سرگرمی اور بالخصوص آزادی افکار، مل اور والیشہ کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ تشکیل کے حرے کو جس بے رحمی لیکن کامیابی کے ساتھ اس عہد میں اس نے استعمال کیا ہے، وہ اسی کا حصہ تھا۔ اس نے کارتیزی تشکیل (Cartesian Scepticism) کو کارتیزی انانیت کے رو میں جس طرح استعمال کیا ہے وہ اس کی ذہانت و فطانت اور جرأت افکار کا ایک نمونہ ہے۔

ایک رائے اس کے متعلق یہ بھی تھی کہ وہ اکثر موقع پر غلطی پر ہونے کے باوصف علمی مباحث میں پورے جوش و خروش سے حصہ لیتا۔ لیکن علمی متنانت، شاستری اور انصاف پسندی کا یہاں بھی بھرپور مظاہرہ کرتا۔

خود اپنے متعلق اس نے ہمیشہ ایک نوع کی اکساری سے کام لیا ہے۔ صاف گوئی کا دامن وہ کہیں بھی نہیں چھوڑتا۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ آج مجھے اپنی کئی تحریریں کسی اور کی لکھی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ کیونکہ میں نے اپنے بہت سی آراء وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل کر لی ہیں، لیکن وہ یہ بات یوں کہتا ہے جیسے کسی دوسرے کے متعلق کہہ رہا ہو۔ کہیں اعتذار یا اپنی تبدیلی رائے کے لئے جواز مہیا کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ یہ تبدیلی رائے اس کے لئے ایک

خاص اہمیت رکھتی ہے جس کی وضاحت اس نے یوں کی ہے کہ بعض لوگ جو فلسفے میں موقف کی تبدیلی کو روا نہیں رکھتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ فلسفے کو اکثر دیشتر سائنس کی بجائے الہیات سے مسلک کیا گیا ہے۔ اس طرح فلسفہ الہیات کا تابع مہمل ہو کر رہ جاتا ہے۔ ایک طرح کی ذہنی مجبوری بن جاتا ہے۔ فلسفے میں کسی نظام کو غیر مبدل نہیں سمجھنا چاہئے، ایک منصف مزاج شخص جو سائنسی ذہنیت کا حامل ہو، اپنے معتقدات کو جتنائی صحیح قرار نہیں دے سکتا۔ تاہم اسے یہ اعتقاد بھی حاصل ہوتا ہے کہ اس کے اکثر معتقدات یکسر غلط نہیں تھے۔ ترقی پذیر فلسفے کے تصور کو اس نے ایک تشبیہ کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ دور سے دھند میں لپٹے ہوئے پہاڑ کی حدود کا تعین ممکن نہیں ہوتا۔ پھر جب دھند کچھ کچھ چھلتی ہے تو ان کی ہیئت واضح ہوتی چلی جاتی ہے۔ اگرچہ کچھ نہ کچھ الجھاؤ پھر بھی باقی رہتا ہے اور یہ دھند کا بھی بذاتہ کسی حقیقت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس ضمن میں اس نے یہ صراحت بھی کی ہے کہ کچھ لوگ وضاحت کو اسی وجہ سے رد کر دیتے ہیں کہ اس کا حصول مشکل اور کمیاب ہے۔ شاید وہ فلسفے کے بلند سنجھاں سے یقینے قدم رکھنا کسر شان سمجھتے ہیں۔ بھاری بھر کم اسلوب انہیں باعزت اور پروقار لگتا ہے۔ تاہم رسول وضاحت اور سلاست سے گریز کا قائل نہیں ہو سکا۔ اس کا اپنا قول ہے: ”میں قطعیت کو پسند کرتا ہوں۔ مجھے روشن روشن خدو خال اچھے لگتے ہیں مجھے دھند لے ابہام سے نفرت ہے۔“ علم میں اسی قطعیت کی تلاش میں وہ اپنے بچپن ہی میں چیویٹری سے اس وقت بدگمان ہو گیا تھا جب اس کے بھائی نے اسے بتایا تھا کہ

”اقلیدسی قضیئے ناقابل ثبوت ہیں۔“

اصول ریاضی اور منطق پر رسول نے خصوصی توجہ صرف کی۔ چنانچہ Principia Mathematica جسے اس نے واٹ ہیڈ کے ساتھ مل کر دس سال میں مکمل کیا، ایک عہد ساز تصنیف ہے۔ اس نے منطق، ریاضیاتی فلسفے، لسانیات Semantics میں جو انقلابی اور فکر انگیز اضافے کئے، انہیں بجا طور پر اس کا معروکہ آراء کا رسم اور نامہ قرار دیا جاتا ہے تاہم یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ اصول ریاضی کا مطالعہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا ہے۔ کیونکہ یہ ادق معانی پر مشتمل ہے۔ اور خصوصاً اس کے آخری حصے تو بہت کم سمجھے گئے ہیں۔ اپنی دوسری تصنیف میں بھی ریاضیات کو منطقی سانچے میں ڈھالنا اور روائی منطق کا ساخت گیر محاکمہ ہمیشہ

رسل کے پیش نظر رہا ہے۔ اس کا ایک ذیلی موضوع فلسفہ سانیات ہے۔ جس پر رسول نے بہت گھرے اثرات چھوڑے ہیں۔ معانی کی تعبیر کے متعلق اس کے نظریات کو ایک بلند تر مقام حاصل ہے۔ اسی طرح علمیات کے میدان میں بھی اس نے گھری سائنسی بصیرت سے کام لیا ہے۔ اور جامد نظریات سے چھٹے رہنے کے مقابلے میں اس نے ایک فکر انگیز حرکی سعی و تفہص کا مظاہرہ کیا ہے۔

مابعد الطیعیات میں باقی سب کچھ نظر انداز کر کے، اگر رسول کے نظریہ استئینت ہی کوئی پیش نظر رکھا جائے تو اس کی اہمیت کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ فلسفہ پر اس کی نظر بہت گھری اور وسیع تھی۔ اسے مختلف نظام ہائے فلسفہ پر عبور ہی حاصل نہیں بلکہ ان کے تقابلی مطالعہ اور باہمی چپکش سے دلچسپ اور نتیجہ خیز نتکات اخذ کرنے میں اس نے ایک عجیب و غریب صلاحیت کا مظاہرہ کیا ہے جس کے طفیل تاریخ فلسفہ کا مطالعہ اپنی تیقی در حقیقت تاریخِ منوتیت اور میکانکی پیوست کے ماحول سے نکل کر محلی محلی فضا میں ایک نئی دلکشی کے ساتھ جلوہ پیرا ہوتا ہے۔

نسیات میں رسول کا جھکاؤ اُضwoیاتی نسیات یا کرداری نسیات کے حق میں نظر آتا ہے۔ وہ ذہن اور مادے کی دوئی کے پرانے نظریے کا قائل نہیں۔ وہ ذہن اور مادے کو واقعات کے تسلسل کے طور پر دیکھتا ہے اور ان میں ایک ترکیبی وحدت کا حামی ہے۔

اخلاقیات وہ خاص موضوع ہے جس پر رسول کو زبردست نقد و جرح کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم اس نے جس جرأۃ افہمار کا مظاہرہ کیا ہے وہ کسی ہم عصر مغلکر کو نصیب نہیں ہوئی۔ تاریخِ ردو قبول کے معاملے میں اس کے نظریات کے متعلق کیا فیصلہ کرتی ہے اس سے قطع نظر اہم بات یہ ہے کہ اس نے غیر مقبول آراء کو پیش کرنے اور غیر معقول روایوں کو رد کرنے میں جس بالغ نظری سے کام لیا ہے وہ بہر صورت قابل داد ہیں۔ روایتی بندھے لئے اخلاقی اصول و قوانین جن کی جڑیں قدیم توبہات میں پیوست ہیں، آج بھی اکثر لوگوں کو بہت عزیز ہیں۔ ان کے لئے رسول کی اخلاقیات میں دلچسپی کے موقع کم ہی نظر آئیں گے۔ جس کے متعلق رسول کے نظریات میں بھی یہی بات ہے کہ وہ توبہات کا زبردست نقاد ہے۔ ان خیالات کی بنا پر اسے عملی زندگی میں نقصانات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس کو اس کے نظامِ اخلاق میں مرکزی حیثیت حاصل نہیں۔ سائنسی انسان دوستی کو اس کے نزدیک انسانی

اخلاق و کردار میں بنیادی اہمیت دی جانی چاہئے۔ سماجی اور انفرادی رویوں کا یہی بہترین حل ہے۔ نظام اخلاق کے متعلق اس کے نظریات میں بھی مسلسل ارتقائی تغیر و تبدل نظر آتا ہے۔ جو اس محدود کی ضد ہے جس کو رسول نے کبھی قبول نہیں کیا۔

نظریہ تعلیم کے سلسلے میں رسول نے جو کچھ کیا ہے، اس کی حیثیت اس کے نظریات فلسفہ منطق، ریاضی وغیرہ کے مقابلے میں دب کر رہ گئی ہے۔ تاہم اخبار والوں کو اس کے ہاں کچھ سنسنی خیز مواد ہاتھ آ گیا اور حسب معمول انہوں نے اسے خوب اچھالا۔ خوب افسانہ طرازیاں ہوئیں۔ ایک قصہ آپ بھی سن لیجئے۔ اس کا تعلق بیکن ہل سکول سے ہے۔ ”دووازے پر دستک ہوئی تو ایک نو عمر لڑکی کوئی لباس پہننے بغیر دروازہ کھولنے چل آئی۔ اس کو دیکھ کر آنے والے کے منہ سے بے اختیار نکلا“ اوہ میرے خدا، اور لڑکی نے یہ کہہ کر دروازہ بند کر دیا۔ ”یہاں کوئی خدا نہیں ہے۔“ دراصل یہ کہنا بھی شاید درست ہے کہ تعلیمی مسائل کی طرف اس کی توجہ محض ایک اتفاقی اور بخی نویعت کی حامل تھی۔ یعنی اپنے بچوں کی تعلیم کا مسئلہ، اگرچہ دل ڈیوار نے اپنی بچی کی تعلیم کے سلسلے میں جس انہاک اور عملی تعاون کا ذکر کیا ہے وہ رسول کے ہاں منقوص ہے۔ تاہم استاد کی ذمہ داری اور اس پر آشوب دور میں ایک معقول نظام تعلیم کی اہمیت پر اس نے بالخصوص اور بجا طور پر بے حد اصرار کیا ہے۔

سیاست میں رسول کی دلچسپی آغاز زندگی ہی سے شروع ہو گئی تھی۔ یہ ایک طرح سے اس کا ورثہ بھی تھا۔ سیاسی نظریات میں اس کی بے باکی کا عام تذکرہ رہا ہے۔ تاہم عملی سیاست میں ان نظریات کے اطلاق میں اس نے تجزیاتی طریق کار کو اپنانے رکھا۔ سیاست میں اس کی دلچسپی کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ نو میل انعام قبول کرتے ہوئے اس نے جو تقریر کی تھی اس کا عنوان تھا ”سیاسی اعتبار سے اہم ترجیحات“ سیاسی معاملات میں اسے ایک خاص پیش بینی کی مہارت حاصل تھی۔ اس کی پہلی کتاب ”جرمن سوشل جمہوریت“ 1896ء میں شائع ہوئی تھی۔ حسب معمول اس کا موقف وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتا رہا۔ لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس نے کم و بیش پچاس سال قبل ان رحماتات کا تصحیح طور پر اندازہ لگا لیا تھا جو بعد میں جمنی میں آمریت اور جنگجوی کی صورت میں نمودر ہوئے۔ اپنے موقف کی تبدیلی کے بارے میں رسول کا ادعا یہ تھا کہ موجود تھائق و واقعات کے بے لوث تجزیے سے صداقت کا صرف قرب ہی نصیب ہو سکتا ہے، قطعیت کی تمنا عبث ہے۔

”وقت“ کا مسئلہ اس کے لئے اس سلسلے میں خاص اہمیت کا حامل رہا۔ چنانچہ اس نے کمال وقت نظر کے ساتھ فاشزم اور کمیونزم کے نظریات کی بنیادی خامیوں کی نشاندہی کی ہے۔ یوں بھی وہ مارکس کی اقتصادیات کا قائل نہیں تھا۔ اگرچہ علم اقتصادیات پر اس نے خاص توجہ مبذول نہیں کی تاہم اس نے مارکس کے ”فضل قدر“ کے نظریے اور دوسرے امور پر کڑی تقید کی ہے۔ اس کے نزدیک صرف طبقاتی کٹکٹش ہی تاریخی مناقشات کی وجہ نہیں۔ دوسرے نفیاتی عوامل بھی اس میں اتنے ہی اہم ہوتے ہیں۔

تاریخ میں رسول پیشہ ور تاریخ دان ہونے کے دعوے سے دستبردار ہونے ہی میں عافیت سمجھتا ہے۔ تاہم یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ تاریخ میں اس کی دلچسپی اوائل شباب سے لے کر آخری عمر تک قائم رہی۔ فلفے کی تاریخ مرتب کرنے کا محکم بھی یہی دلچسپی تھی۔ رسول کا خیال ہے کہ تاریخ کا مطالعہ صرف علماء تاریخ ہی کے لئے مخصوص نہیں، اسے تو ہر صاحب شعور کا اوڑھنا پچھونا ہونا چاہئے۔ انفرادی زندگی میدان تگ و تاز میں کوتاہ نظری پیدا کرتی ہے۔ یہ صرف تاریخی شعور ہے جو انسان کو زندگی میں تواتر سے پیش آنے والی غلطیوں سے آگاہی بخشتا ہے اور اسے اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ زمانہ حال میں ثابت قدی کے ساتھ حماقتوں کا مقابلہ کر سکے۔

رسل نے ابتداء سے لا اوریت کے مسلک کو قبول کر لیا تھا۔ اس کی دو اتفاقی وجہوں کا اس نے خود ذکر کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ ”غایت اولی“، والے نظریے کو مل کی خود نوشت سوانح حیات میں وارد ہونے والے ایک سوال نے کہ ”پھر خدا کو کس نے پیدا کیا؟“ ہمیشہ کے لئے متزلزل کر دیا۔ اسی طرح جب اس کے بڑے بھائی نے اسے یہ بتایا کہ اقلیدی قصے ناقابل ثبوت ہیں تو اس نے ظن و تخيین کی شاہراہ چلنے سے انکار کر دیا۔ اس کے نزدیک اہمیت ان مسائل کو حاصل ہے جو لائیخیں ہیں۔ ذہانت و فطانت، جوابات دریافت کرنے کا نام نہیں، یہ تو صرف سوال کرنے کی اہمیت ہے۔

رسل نے مذہب کے سلسلے میں جس جرأت اظہار کا مظاہرہ کیا ہے وہ دریدہ وتنی تو نہیں لیکن مذہب کے اجارہ داروں کے نزدیک گستاخی پر محمول تھی اور بہت حد تک پریشان کن۔ بیسویں صدی میں فلسفیوں نے بالعموم مذہبی امور سے بحث مباحثہ بہتر نہیں سمجھا۔ اس بات کا فیصلہ تو آئندہ زمانہ ہی کرے گا کہ رسول نے ان مباحثت کو چھیڑ کر غلطی کی ہے یا اس کی آرا

کہاں تک قرین صحت تھیں، تاہم رسول کی صاف گوئی بے باکی اور جرأت کو نظر انداز بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اس کتاب میں برٹنیڈِ رسول کے چند ایسے مضامین کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے جو اپنے موضوع کے اعتبار سے عام دلچسپی کے حامل ہیں۔ دیقش فلسفیانہ مضامین کو سردست کسی اور موقعہ کے لئے اٹھا رکھا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان سے صرف فلسفہ کے سنجیدہ طالب علم ہی استقادہ کر سکتے ہیں اور اس مقصد کے لئے اصل تصنیفات زیادہ سودمند ثابت ہوتی ہیں۔ ادارہ مشعل گزشتہ کئی برس سے ادب اور سائنس کے علاوہ جدید فلسفیوں پر بھی کتابیں شائع کر رہا ہے۔ اس مضمون میں رسول پر بھی کچھ کتابیں اردو زبان میں شائع کی گئی تھیں۔ جنہیں طلبہ اور عام قارئین نے اخذ پسند کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب بھی پسند کی جائے گی اور فلسفہ و ادب کے طلبہ اس سے خصوصی طور پر مستفید ہوں گے۔ میں جناب ریاض احمد کا سپاس گزار ہوں کہ انہوں نے پیرانہ سالی اور خرابی صحت کے باوجود ہمارے لئے ترجمہ کا کٹھن کام سرانجام دیا۔ ان کی اس علمی خدمت کے لئے میں انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

ریاض احمد کے نام سے نئی نسل کے لوگ شاید زیادہ واقف نہ ہوں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ ایک وہ دور بھی تھا جبکہ ان کا نام حلقة ارباب ذوق کے علاوہ دیگر ادبی محفوظوں اور جرائد و رسائل کے لئے ایک معیتز اور مستند حوالہ تھا۔ سجاد باقر رضوی کے بقول ریاض احمد ”اردو تقدید کا ایک معتبر نام ہے جس کے ادبی فیصلوں اور حاکموں پر اعتماد کرنا ادبی ذوق کی علامت ہے۔“ ”میرا بی“ کے بعد ریاض احمد کو ادبی تقدید کے نفیاتی دبتان کا اہم نمائندہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ ریاض احمد صرف نقاد ہی نہیں بلکہ ایک صاحب طرز انشا پرداز اور منفرد شاعر بھی ہیں۔ انور سدید انہیں آں احمد سرو، سید احتشام حسین، خورشید الاسلام اور سہیل بخاری کی طرح نقاو شاعر تسلیم کرتے ہیں۔ ڈاکٹر اسلام رانا مرحوم کی روح کو اللہ تعالیٰ اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دئے انہوں نے نہایت محنت اور گلن سے ریاض احمد کے بکھرے ہوئے مضامین اور غزلوں نظموں کو کیجا کر کے متعدد مجموعوں کی صورت میں شائع کر دیا ہے۔ ”دہان زخم“ ریاض احمد کا شعری مجموعہ ہے۔ ”تقدیدی مسائل“، ”ریاضتیں“، ”دریاب“ اور چند سال پہلے شائع ہونے والی کتاب ”تصدیق“ ریاض احمد کے تقدیدی مضامین کے مجموعے ہیں جن میں نفیاتی

اور جمالیاتی تنقید کا ایک دل آویزِ امتزاج ملتا ہے اور ایک مخصوص عہد کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔ زیرنظر کتاب سے ریاضِ احمد کی شخصیت کی ایک اور جہت سامنے آتی ہے یعنی وہ صرف فقادِ شاعر اور انشا پرداز ہی نہیں بلکہ ایک اچھے مترجم بھی ہیں۔

ادارہِ مشعل کے ایڈیٹر جناب مسعود اشعر صاحب نے جس لگن اور مستعدی سے اس کتاب کی تکمیل کے لئے محنت کی ہے اس کے لئے میں ان کا بھی بہت شکرگزار ہوں۔ آخر میں قارئین سے التماس ہے کہ وہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اپنی قیمتی آراء اور مشوروں سے ہمیں نوازیں تاکہ ہم آئندہ کتابوں کو مزید بہتر بناسکیں۔

ڈاکٹر نعیم احمد

صدر شعبہ فلسفہ، جامعہ پنجاب، نیو کیمپس لاہور

26 اگست 1997ء

معرضات

(مترجم)

جو شخص فلسفے کا باقاعدہ طالب علم بھی نہ رہا ہو، اس کے لئے برٹنیڈ رسال کے مضامین کا ترجمہ حوصلہ سنکن تو ہے ہی لیکن ساتھ ہی ایک اعزاز بھی ہے۔ میں ڈاکٹر نعیم احمد اور ادارہ مشعل پاکستان کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس کام کا اہل سمجھا۔ البتہ یہ سوچ کر میں پریشان ہو جاتا ہوں کہ رسال کے خیالات کو سمجھنے اور انہیں اردو زبان میں منتقل کرتے ہوئے خدا جانے مجھ سے کتنی مدد کیجیے غلطیاں سرزد ہوئی ہوں گی۔ یہ اطمینان ضرور ہے کہ ادارہ کے فاضل مدیر ان کی اصلاح کر کے میری لاج رکھ لیں گے۔ چنانچہ جناب مسعود اشتر کا شکر یہ مجھ پر لازم آتا ہے۔

رسال بظاہر بے تکان لکھے چلے جانے والا مصنف نظر آتا ہے، دنیا کا کون سا عالم ہے جس پر اس کو فاضلانہ و سترس حاصل نہیں۔ البتہ فلسفہ، منطق، اصول ریاضیات اس کے خاص موضوعات ہیں۔ سائنس، نظریاتی طبیعتیات، لسانیات، علمیات، نفیات، اخلاقیات، تعلیم، سیاست، اقتصادیات، تاریخ، مذہب، ہم عصر میں الاقوامی معاملات، غرض علم کے ہر شعبے میں اس کی عطا^{Contribution} کو ہمیشہ احترام کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ اور یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس نے اکثر علوم کوئی فکری نتیجہ بہم پہنچایا ہے۔ اس کی تحریروں میں اس کے عہد کی تمام تر علمی سرگرمیاں اور خارجی کشمکش منکس ہوئی ہے اور اس نے یہ کشمکش کنارے پر کھڑے ہو کر نہیں دیکھی۔ بلکہ وہ موجودوں کی جوانیوں کے ساتھ شامل تھا۔ اس کے ہم عصر فلسفیوں نے اس کی اس صلاحیت کو اس طرح خراج تحسین پیش کیا تھا:

”اپنے موقف میں رسول اگر غلطی پر ہوتا پھر بھی وہ طوفانی اور نہ ختم ہونے والے مناقشات میں ایک سیاسی باغی کے جوش و جذبہ کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے۔ تاہم اس نے اپنے روئے میں شاشتگی اور منصف مزاجی کی ان روایات کو زندہ رکھا ہے جو پری کلیز کے عہد سے لے کر آج تک مغربی تہذیب کا امتیاز رہی ہیں۔“

(اییرین کوچ (Philosophy for a Time of Crisis)

اس نے بے شک بہت لکھا ہے، لیکن ہر طبقے کے قارئین کی جتنی بڑی تعداد نے اسے دادخیسین پیش کی ہے وہ اور کسی فلسفی کے حصے میں نہیں آئی۔ اس میں صرف اہل علم ہی شامل نہیں، عام نیکی ڈرائیور تک سمجھی شامل ہیں۔

مختلف شعبہ ہائے علم میں اس کی آراء اکثر بدلتی رہی ہیں۔ وہ اس پر کبھی جمل نہیں ہوا کہ یہ اس کی سوچ کا ارتقائی عمل تھا۔ اور اس حریت فکر کا ایک مظہر جس کی اس نے خود تماں عمر آبیاری کی۔ جن اہلیتوں کی بنا پر اسے نوبیل انعام کا حق دار گردانا گیا، ان میں یہ حریت فکر سرفہرست تھی۔ البتہ وقت کی ستم ظریفی دیکھنے کے جب 1910ء میں اس نے برطانوی پارلیمنٹ کے انتخابات میں حصہ لینا چاہا تو انتخابی کمیٹی نے اسی بناء پر اسے نااہل قرار دیا۔ (اس سے پہلے 1907ء میں بھی وہ انتخابی مہم میں شکست سے دوچار ہوا تھا) اسی طرح 1916ء میں اسے ایک پیغمبل کی بنا پر 100 پونڈ جرمانہ کیا گیا۔ اور جسمانے کی وصولی کے لئے اس کی لاابریری نیلا کر دی گئی۔ (۱)

بہر حال مترجم کا یہ مقام نہیں کہ وہ رسول کے مقام و مرتبے سے بحث کرے۔

برژیٹریڈ رسول نے اپنے ایک مضمون میں جوان تراجم میں شامل ہے، اپنے اسلوب تحریر اور لکھنے لکھانے کے طریق کار کی بڑی دلچسپ وضاحت پیش کی ہے، کہ وہ ہر بات کو مختصر ترین الفاظ میں اور پوری وضاحت کے ساتھ لکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے وہ بازنوشت سے بھی جی نہیں چراتا (اگرچہ اسے اصرار ہے کہ اس کا اولين مسودہ ہمیشہ بہتر ہوتا ہے۔) اور ادبی خوبیوں کو بھی نظر انداز کر جاتا ہے۔ تاہم اس کے اسلوب نگارش میں ایک خلاقانہ بہاؤ ہے، الفاظ اس کے قلم سے موجودوں کی جولانی کی طرح یوں لپک کر نکلتے ہیں کہ ان کی رفتار کے ساتھ قدم ملانا مشکل ہو جاتا ہے۔ قاری کا سائنس پھول

پھول جاتا ہے۔ جوش بیان میں وہ بعض اوقات اپنے موقف کے بر عکس، ایک فقرے کو کئی سطروں پر پھیلا دیتا ہے۔ صرف ایک مثال پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا:

In these moments of insight, we lose our eagerness of temporary desire, all struggling and striving for petty ends, all care for the little trivial things that, to a superficial view, make up the common life of day by day; we see, surrounding the narrow raft illumined by the flickering light of human comradeship, the dark ocean on whose rolling waves we toss for a brief hour; from the great night without, a chill blast breaks in upon our refuge; all the loneliness of humanity amid hostile forces is concentrated upon the individual soul, which must struggle alone, with what of courage it can command, against the whole weight of a universe that cares nothing for its hopes and fears.

ایسے موقعوں پر متزجم کی بوکھلا ہٹ شاید قابل معافی ہو۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ رسول ”کاتا اور لے دوڑی“ کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اپنے قول کے مطابق وہ ایک چیز کو بار بار لکھنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ دراصل وہ اپنے موضوع پر پھرول نہیں بلکہ مبینوں غور کرتا ہے

تب نظر آتی ہے اک مصرع تر کی صورت

وہ سوچتا رہتا ہے، لاوا اندر ہی اندر کتارہتا ہے اور پھر ایک دن سارے بند توڑ کر بہہ نکلتا ہے۔ اس نے خود ”لاول یکھرز“ کے سلسلے میں بیان کیا ہے وہ کم و بیش ایک سال سوچتا رہا اور پھر جھلا کر 1914ء کے آخری دن ایک سینوگرافر کا انتظام کیا اور پھر یوں ہوا:

I suddenly saw exactly what I had to say and proceeded to dictate the whole book without a moment's hesitation.

اس کتاب کے شروع میں رسول کی کتابوں کی ایک فہرست (انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں) شامل کر دی گئی ہے۔ انگریزی فہرست کی ضرورت یوں محسوس کی گئی کہ اس کے بغیر اصل تصنیف تک پہنچنا مشکل ہوتا۔ اس فہرست سے اندازہ ہو گا کہ اس نے کتنے متنوع مضامین پر خامہ فرسائی کی ہے اور اس کی تصانیف کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کے مطالعے کے لئے ایک عمر چاہئے۔ ایک دوسری فہرست میں اس کی علمی اور عملی جدوجہد کے

اہم واقعات کا ایک گوشوارہ تاریخی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہو گا کہ رسول نے نہایت مصروف اور باشہ زندگی بسر کی۔

کہا جاتا ہے کہ فلسفی بالعلوم عزالت نہیں ہوتے ہیں۔ مثلاً کانت کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اپنے آبائی قبیلے سے چالیس میل سے زیادہ دور عمر بھر نہیں گیا۔ لیکن رسول نے چار برابعٹموں میں تعلیمی فرائض ادا کئے۔ اور مختلف موضوعات پر پچھر دیئے۔ امریکہ تو وہ اکثر آتا جاتا رہتا تھا۔ اس کے علاوہ چین، جاپان، روس اور نیوزی لینڈ میں بھی اس نے تدریسی فرائض سر انجام دیئے۔ اپنے قیام کے دوران اس نے ان ملکوں کے سماجی، تہذیبی اور سیاسی حالات کا بغور جائزہ لیا اور اپنے خیالات کو عالمانہ سطح پر منضبط کیا۔

کپوزنگ کے مراحل کو فراز کپوزنگ سنر والوں کی فنی مہارت اور تعاون نے آسان بنا دیا، اس کے لیے مترجم ان کا شکر گزار ہے۔

حوالی

۱۔ انگریزوں نے تحدہ ہندوستان میں بطل حریت مولانا حضرت مولہانی کی لاہوری ضبط کر لی تھی۔ البتہ اس فرق کے ساتھ کہ رسول کے دوستوں نے اس کی لاہوری ضبط جرمانہ ادا کر کے محفوظ کر لی اور مولانا کی نایاب کتابیں تھانے کے فرش پر دیک چاٹ گئی۔ یا ساہبوں کے چولہوں کی نذر ہو گئیں۔

